پروفیسر عبدالعظیم جانباز، سیالکوٹ

حج
اتحادِ اُمت کا سالانہ عالمی اِجتماع

حج یا عمرے کے سفر میں انسان اپنے رب کے دربار میں جارہا ہوتا ہے، اپنے رب کریم کے حکم کے آگے محبت سے سر جھکا دینے کا نام حج ہے، اس کی لذت وہی جانتے ہیں جو محبت کرنا جانتے ہوں، اب سے چار ہزار سال قبل سیدنا ابراہیمؑ نے اپنے رب کے حکم کے آگے سر جھکاتے ہوئے ایسا ہی ایک سفر کیا تھا، انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی بیوی ہاجرہ علیہا السلام اور ننھے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو اس وادی غیر ذی زرع میں آباد کیا تھا، اسی سر جھکانے کی یاد اب دنیا بھر سے لاکھوں افراد آکر تازہ کرتے ہیں۔

حج کی حکمت وفلسفہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حج کا اعلان عام کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ، لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ (الحج: ۲۷-۲۸)

''اور لوگوں کو حج کے لیے اذنِ عام دے دو کہ وہ تمھارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں، تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لیے رکھے گئے ہیں''۔

اب سوال یہ ہے کہ حج میں کیا فائدے رکھے گئے ہیں؟ حج سے حاصل ہونے والے چند اہم فوائد کچھ یوں ہیں:

توحید کا سبق

سب سے پہلے ہمیں حج میں توحید کا سبق ملتا ہے، حج شروع سے اخیر تک کلمہ توحید کے ارد گرد گھومتا ہے، اس سفر کا ترانہ لبیک ہے:

لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ

اس ترانے کو ایک حاجی پکارتا ہے اور اس کے مفہوم کو اپنے ذہن میں بٹھائے ہوئے یہ اعلان کرتا ہے کہ اے اللہ! میں حاضر ہوں، اے میرے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک ہر قسم کی تعریف، اور ہر قسم کی نعمت اور ہر قسم کی بادشاہی تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، تیرے علاوہ ہم کسی کو نہیں پکارتے، تیرے علاوہ ہم کسی پر اعتماد نہیں کرتے، تیرے علاوہ ہم کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا نہیں سمجھتے۔

یہ وہ تلبیہ ہے جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا ہے، ورنہ مشرکین بھی حج کرتے اور تلبیہ پکارتے تھے، ان کا تلبیہ کچھ یوں تھا:

لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا هُوَ لَکَ تَمْلِکُهٗ وَمَا مَلَکَ

"اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، سوائے اس شریک کے جس کا تو مالک ہے وہ مالک نہیں"۔

یعنی وہ بھی اللہ کو خالق و مالک اور کائنات پر حکمرانی کرنے والا مانتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ شرکاء بھی پورا اختیار نہیں رکھتے، لیکن وہ اللہ کے قریبی ہیں، اللہ ان سے راضی ہے، ہم گنہگار ہیں، اس لیے ان کی کچھ عبادتیں کر لینے سے قیامت کے دن ہمیں ان کی سفارش نصیب ہو جائے گی، لیکن اللہ نے ان کے اس عقیدے کو بیان کیا:

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی (الزمر:۳)

"جو اللہ کے علاوہ دوسرے اولیاء بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب کر دیں"۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس:۱۸)

"یہ اللہ کے سوا ان کی پرستش کر رہے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع اور کہتے یہ ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں"۔

اس لیے ایک حاجی جب لا شریک لک کہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اس لفظ کو اچھی طرح سمجھ لے، پھر جب ایک حاجی بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو وہاں اس کے سامنے اللہ کا یہ فرمان ہوتا ہے کہ:

وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ (الحج:۲۸)

’’اور چاہیے کہ اس قدیم گھر کا طواف کریں‘‘۔

اسی طرح رکن یمانی کے استلام کرنے اور حجرِ اسود کو بوسہ دینے میں بھی متابعت کا جذبہ پایا جاتا ہے، تب ہی تو عمر فاروقؓ نے کہا تھا:

اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ (البخاری:۱۵۹۷)

’’میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان، اگر میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ لیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا‘‘۔

پھر صفا و مروہ کی سعی، طواف کی دو رکعت نماز، یومِ عرفہ کی دعا اور یوم النحر کی قربانی سب کی سب توحید کا سبق دیتے ہیں۔

جذبہ عبدیت کی آبیاری

حج میں جذبہ بندگی کی آبیاری ہوتی ہے، ایک حاجی اللہ کے لیے اپنا گھر بار چھوڑتا ہے، سفر کی مشقتیں برداشت کرتا ہے، اس سفر میں زیادہ تر ذکرالٰہی میں مشغول رہتا ہے، احرام کی چادریں پہنتا ہے تو وہ موت کو یاد کرتا ہے، کفن کو یاد کرتا ہے، اب اسے احساس ہوتا ہے کہ ایک ایسے ہی مجھے مرنا ہے، مجھے لوگ نہلائیں گے، کفن پہنائیں گے اور قبر کی گود میں سلا دیں گے، غرض یہ کہ اس کا ایک ایک لحہ اللہ کی یاد میں بسر ہوتا ہے، اس طرح اس کا باطن بالکل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

مکارمِ اخلاق کی تربیت

حج میں اچھے اخلاق پر ایک حاجی کی تربیت ہوتی ہے، وہ صبر و تحمل سیکھتا ہے، بردباری سیکھتا ہے، اس کے اندر سخاوت پیدا ہوتی ہے، عفت پیدا ہوتا ہے، معاف کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اللہ پاک نے فرمایا:

فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ (البقرۃ:۱۹۷)

’’جو شخص ان مقرر مہینوں میں حج کی نیت کرے، اسے خبردار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدعملی، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو‘‘۔

یہ وہ موسم ہے جس میں انسان مکارمِ اخلاق پر تربیت حاصل کرتا ہے۔

تاریخی اور روح پرور ماحول کا مشاہدہ

حاجی سرزمین حجاز میں پہنچ کر وہاں کے تاریخی اور روحانی ماحول کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے، وہ دیکھتا ہے کہ اسی سرزمین پر ہزاروں سال پہلے ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو بسایا تھا، پھر خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی اور حج کا اعلانِ عام کیا تھا، وہ دیکھتا ہے کہ اللہ کے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ سے دعوت کا آغاز کیا تھا اور یہیں پر ایمان والوں نے بے مثال قربانیاں پیش کی تھیں، اس طرح اس کے دل میں اس سرزمین کے چپے چپے سے محبت گھر کر جاتی ہے۔

گناہوں سے صفائی اور جرائم کا خاتمہ

حج کا فائدہ بندے کو ایسے ہو جاتا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

اتحاد امت کا بے مثال مظاہرہ

حج میں اتحاد اور مساوات کا بے مثال مظاہرہ ہوتا ہے، حج میں مختلف ممالک سے مسلمان آتے ہیں، کوئی کالا تو کوئی گورا ہے، کوئی امیر ہے تو کوئی غریب ہے، کوئی جاہ و منصب کا مالک ہے تو کوئی اس سے محروم، لیکن حج کے دوران سارے امتیازات مٹ جاتے ہیں، سب کے بدن پر ایک ہی لباس ہوتا ہے، سب کی زبانوں پر ایک ہی پکار ہوتی ہے، سب ایک ہی امام کے پیچھے نمازیں ادا کرتے ہیں، جہاں بھی جانا ہوتا ہے سب ایک ساتھ جاتے ہیں، جہاں ٹھہرنا ہوتا ہے سب ایک ساتھ ٹھہرتے ہیں، اس طرح حج کے اندر پوری دنیا کے مسلمان خود کو ایک خاندان کے افراد محسوس کرتے ہیں۔

اسی طرح حج کی حیثیت سالانہ عالمی اجتماع کی ہے، اس میں دنیا کے کونے کونے سے مسلمان شریک ہوتے ہیں، ایک حاجی کو دوسرے ملک کے حاجیوں سے ملاقات کرنے کا موقع ملتا ہے، اس طرح انھیں یہاں تربیت ملتی ہے کہ اپنی زندگی اجتماعیت کے ساتھ گزارنی ہے۔